للّہ عارفہ

سلیم خاں گمّی [۱]

للّہ عارفہ جس کا اصل نام پدماوتی تھا ۱۳۳۵ عیسوی میں بہ عہد سلطان علاؤالدین سرینگر سے تین میل دور پاندرتھان گاؤں کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئی۔ اس کا باپ برہمن تھا۔ وہ سیدھی سادی دیہاتی لڑکی تھی۔ اس وقت کشمیر کے دیہاتی پنڈتوں میں تعلیم کا کوئی خاص انتظام نہ تھا۔ اس نے باقاعدہ تعلیم حاصل نہ کی پنڈت پریم ناتھ بزاز اپنی انگریزی تصنیف "دختران وِتستا" میں لکھتے ہیں کہ للّہ نے سنکرت کی تعلیم حاصل کی تھی۔

للّہ ذرا سیانی ہوئی تو اسے اپنے زمیندار باپ کا ہاتھ بٹانے کے لئے کھیتوں میں کام کرنا پڑا۔ وہ باپ کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی۔ چراگاہوں میں بھیڑیں اور بکریاں چراتی اور ماں کے لئے چشموں اور آبشاروں سے پانی لاتی۔ وہ معصوم سی سیدھی سادی لڑکی تھی لیکن بلا کی ذہین تھی۔

وہ ذرا بڑی ہوئی تو رواج کے مطابق اس کی شادی پانپور میں کردی گئی۔ اس کا برہمن شوہر ان پڑھ اور جاہل تھا۔ اور اس کا ذریعہ معاش کھیتی باڑی تھا۔

للّہ کی ساس سنگدل قسم کی عورت تھی۔ للّہ سے اسے خدا واسطے کا بیر تھا۔ للّہ کا شوہر للّہ کی طرف سے بےنیاز اور بےپرواہ تھا۔ اس نے کبھی بھی اپنی ماں کو نہ ٹوکا۔ بعض اوقات تو اس نے سخت گیر ماں کا ساتھ دیا۔ البتہ للّہ کے خسر کا رویہ ہمدردانہ تھا۔ تاہم للّہ کے لئے ہمدردی کا یہ جذبہ خسر کے دل میں بہت بعد میں پیدا ہوا۔ غالب خیال یہ ہے کہ للّہ کی ساس باتونی قسم کی عورت تھی۔ وہ چرب زبانی سے اپنے شوہر اور بیٹے کو قائل

---

۱ سلیم خاں گمّی آزاد کشمیر ریڈیو تراڑ کھل

کر چکی تھی کہ للہ سست کام چور اور جاہل لڑکی ہے۔ ساس کے الزام اور اتہام کا للہ نے کبھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش طبیعت کی لڑکی تھی۔ اور اس پر ساس کی طرف سے جو بھی سختی کی جاتی وہ صبر اور شکر سے برداشت کر لیتی۔

اس کے علاوہ للہ کی ساس للہ کو پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ دیتی تھی وہ للہ کی طشتری میں ایک باٹ رکھ دیتی۔ اور اسے چاولوں سے ڈھانپ دیتی یوں اس لئے کیا جاتا تاکہ اگر کوئی شخص للہ کی چاولوں والی طشتری دیکھتا تو کہتا کہ للہ پیٹ بھر کر کھانا کھاتی ہے۔ حالانکہ چاولوں کے نیچے باٹ ہوتا۔ جو تھوڑے چاولوں کو زیادہ کر کے دکھاتا۔ چاول کھانے کے بعد للہ خاموشی سے اور بغیر کچھ کہے طشتری میں سے چاول کھا لیتی اور باٹ دھو کر علیحدہ کر دیتی۔ اس کی ساس دوسرے وقت دوبارہ کھانے میں وہی باٹ رکھ دیتی۔ ایک بار گاؤں کے چند معززین نے للہ کے خسر سے کہا کہ تمہاری بیوی بے چاری للہ کو بھوکوں مار رہی ہے۔ وہ نہ مانا۔ معززین نے کہا آج شام جب للہ کھانا کھا رہی ہوگی تو اس کی طشتری سے چاول ہٹا کر دیکھنا للہ کے خسر نے ایسا ہی کیا اور چاولوں کی طشتری میں سے باٹ نکل آیا۔ ظاہر ہے کہ اس سے اسے دکھ پہنچا ہوگا۔ اور اس نے اپنی بیوی کو برا بھلا کہا ہوگا۔ اور للہ کی ساس نے آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی کارروائی کو شدید اور تیز کر دیا ہوگا۔

آخر للہ نے اس عالم رنگ و بو سے ناطہ توڑ لیا۔ اور معبود حقیقی سے پیار بڑھایا۔ وہ گھر بار چھوڑ کر جنگلوں پہاڑوں اور ویرانوں کی طرف نکل گئی۔ اسے آندھی بارش اور برف باری سے کبھی خوف نہ آیا۔ اور نہ کبھی کوئی گزند پہنچا۔ اس نے طعام و قیام کی کبھی پروا نہ کی وہ جنگل سے پھل اور گھاس پات کھا کر اور چشموں کا پانی پی کر خدا کا شکر بجالاتی۔ سونے کے لئے گھاس پھوس کافی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار للہ کسی جنگل میں تھی کہ ایک خونخوار شیر نے اسے دیکھا وہ للہ عارفہ پر جھپٹا لیکن جب للہ کے قریب آیا تو اس کا سارا غصہ رفوچکر ہو گیا۔ اور مسکین صورت بنا کر للہ عارفہ کے ہاتھ چاٹنے لگا۔

اگر کبھی للہ عارفہ ویرانوں اور جنگلوں سے نکل کر آبادی کی طرف چلی آتی تو لوگ جوق در جوق اس کے پیچھے لگ جاتے سلام کرتے اور ہاتھ چومتے اسے اب لباس کی بھی پروا نہ تھی وہ نیم برہنہ یا

برہنہ حالت میں گلی کوچوں میں گھومتی پھرتی۔ بعض لوگ اسے پاگل خیال کرتے۔ بعض مجذوبہ سمجھتے۔ اور اکثر اسے رشی اور بھگت کا درجہ دیتے۔ چند ایک ایسے بھی تھے جو اس پر تہمتیں دھرتے للہ عارفہ عالم دیوانگی میں اشعار بھی کہتی تھی۔ جسے اشلوک کہا جاتا ہے۔ لوگ اس کے اشلوک لکھ لیتے یا یاد کر لیتے اور تنہائی میں انہیں گنگناتے۔ یہ اشلوک کشمیری میں ہیں۔ اور کشمیری صوفیانہ شاعری کا گراں بہا سرمایہ للہ عارفہ کی زندگی اور اس کے کلام کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ اس کے عہد کے تاریخی واقعات کو ذہن میں رکھا جائے۔ یہ اس لئے ضروری ہے کہ للہ عارفہ کی شخصیت نے نہ صرف کشمیر کے ہندو عوام کو بے حد متاثر کیا۔ بلکہ مسلمان عوام نے بھی اس سے کافی اثر لیا۔

۱۳۰۱ء سے ۱۳۲۰ء تک وادیٔ کشمیر پر ایک برہمن راجہ کی حکومت تھی اس کا نام سہادیو تھا۔ اس کے عہد میں کشمیر قمار بازوں، مے نوشوں اور بد معاش عورتوں اور مردوں کا ملک بن کر رہ گیا تھا۔ آخر ۱۳۲۰ء میں لداخ کے ایک شہزادہ رنچن نے وادی میں امن و امان قائم کیا اور وہ ایک مسلمان مبلغ بلبل شاہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوگیا۔ اس کا اسلامی نام سلطان صدرالدین تھا۔ اس مسلمان بادشاہ نے کشمیر پر ۱۳۲۰ء سے ۱۳۲۳ء تک حکومت کی سلطان صدرالدین کی وفات پر کشمیر پر راجہ ادیان کا قبضہ ہوگیا۔ للہ عارفہ اس راجہ کے زمانہ میں ۱۳۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ راجہ ادیان کا دور حکومت سیاسی انتشار کا موجب بنا۔ اس کے عہد میں اچھالا نامی شخص نے کشمیر پر حملہ کیا۔ ادیان حملہ کی تاب نہ لاکر جنگلوں میں چھپ گیا۔ حملہ آور کا مقابلہ راجہ کے وزیر شاہ میر نے کیا۔ اور اسے شکست دی۔ فتح کی خبر سن کر راجہ جنگلوں سے باہر آیا۔ اور تخت پر بیٹھ گیا لیکن اب اس کی حیثیت ایک کٹھ پتلی حکمران سے زیادہ نہ تھی۔ ساری قوت شاہ میر کی ذات میں مرکوز ہوکر رہ گئی تھی۔ راجہ ادیان کی موت پر اس کی بیوی کوٹارانی تخت پر بیٹھی لیکن ۱۳۳۹ء میں شاہ میر نے اسے تخت و تاج سے علیحدہ کردیا اور سلطان شمس الدین شاہ میر کے لقب سے تخت پر بیٹھا۔ سلطان شمس الدین نے ۱۳۴۲ء تک حکومت کی۔

سلطان شمس الدین عادل اور رحم دل بادشاہ تھا۔ اس نے اہل کشمیر کی فلاح و بہبود کے لئے بڑا

کام کیا۔ خصوصاً کسانوں کی اقتصادی خوشحالی کے لئے اس نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں سلطان شمس الدین کی وفات پر اس کا بڑا بیٹا جمشید تخت پر بیٹھا۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی علی شیر نے جمشید کو شکست دے کر سنہ ۱۳۴۷ء میں تخت پر قبضہ کرلیا۔ اور سلطان علاؤالدین کا لقب اختیار کیا۔ سلطان علاؤالدین نے کشمیر پر سنہ ۱۳۵۹ء تک حکومت کی۔ ان بارہ سالوں میں سیاسی انتشار اور انتظامی بدحالی کا قلع قمع ہوا۔ عوام کی بے چارگی ختم ہوگئی۔ لوگ آسودہ حال اور آسودہ خاطر ہوگئے۔

سلطان علاؤالدین کے عہد میں للہ عارفہ جنگلوں اور ویرانوں میں گھوما کرتی تھی اس کی عمر اس وقت بیس بائیس سال سے زیادہ نہ تھی۔

سنہ ۱۳۵۹ء میں سلطان علاؤالدین کی وفات کے بعد اس کا بڑا بیٹا شہاب الدین تخت نشین ہوا سلطان شہاب الدین سلاطین کشمیر میں سب سے عظیم اور نامور بادشاہ گزرا ہے۔ وہ بہادر، سخت کوش اور پرہیزگار تھا۔ اس نے اپنی فوجوں کی ازسرنو تنظیم کی۔ اور لداخ۔ بلتستان۔ تبت۔ جموں و کشتواڑ کو فتح کیا۔ پنجاب اور سندھ کو زیر نگیں لایا۔ پشاور کے مقام پر مخالف فوج کو شکست دی۔ کوہ ہندوکش کے راستے بدخشاں۔ کاشغر اور کابل پر چڑھائی کی۔ اور کامران لوٹا وہ رحمدل تھا اور اس کی رعایا خوشحال تھی آخر انیس سال حکومت کرنے کے بعد سلطان شہاب الدین سنہ ۱۳۷۳ء میں اللہ کو پیارا ہوگیا۔

سلطان علاؤالدین (والد سلطان شہاب الدین) کے عہد حکومت میں ایک مسلمان عالم اور مبلغ کشمیر کے لئے تشریف لائے آپ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے نام سے معروف ہیں۔

آپ سنہ ۷۴۸ھ میں کشمیر تشریف لائے۔ خیال ہے اس وقت للہ عارفہ کی شادی ہوچکی تھی روایتوں میں ہے کہ للہ عارفہ ہیرہ پور کے مقام پر حضرت مخدوم جہاں جہاں گشتؒ کے سلام کے لئے حاضر ہوئی حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کے بعد شاہ ہمدان کے چچیرے بھائی سید تاج الدین سلطان شہاب الدین کے عہد اقتدار میں کشمیر تشریف لائے ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی سید حسین سمنانی سلطان شہاب الدین کے زمانے میں کشمیر آئے۔ اس وقت للہ عارفہ کی عمر تقریباً اڑتیس سال تھی۔ کہا جاتا ہے للہ عارفہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک مسلمان عالم اور بلند پایہ صوفی تشریف

لا رہے ہیں تو اس نے ان کی پیشوائی کے لئے کئی کوس پیدل سفر کیا۔ کشمیر کے بعض مسلمانوں کا خیال ہے کہ للہ عارفہ نے سید حسین سمنائیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

سید تاج الدینؒ اور سید حسین سمنائی کو حضرت شاہ ہمدانؒ نے کشمیر بھیجا تھا۔ حضرت خود بھی تین بار کشمیر تشریف لائے تھے۔ جب آپ پہلی بار تشریف لائے تو للہ عارفہ آپ سے نہ مل سکی۔ دوسری بار آپ ۱۳۷۹ء میں کشمیر آئے سلطان شہاب الدین فوت ہو چکے تھے اور عنان حکومت مرحوم سلطان کے بھائی سلطان قطب الدین کے ہاتھ میں تھی۔ للہ عارفہ کی عمر اس وقت چھیالیس برس تھی۔ شاہ ہمدان کوئی ڈھائی سال کشمیر میں ٹھہرے اور پھر لداخ کے راستے ترکستان تشریف لے گئے کہا جاتا ہے اس ڈھائی سال کے عرصہ میں للہ عارفہ نے شاہ ہمدان سے اسلامی تصوف اور اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کی۔

سلطان قطب الدین کے زمانے میں کشمیر کے رشی سلسلۂ تصوف کے بانی شیخ نور الدین ولی نورانی پیدا ہوئے۔ گاؤں کا نام کیموہ ہے اور والد ماجد کا نام شیخ سالار الدینؒ[1] تھا بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ماں (صدرہ ماں جی) کا دودھ نہ پیتے تھے۔ والدین اور دوسرے احباب نہایت پریشان تھے کہ کیا کیا جائے؟ بہتیری کوشش کی گئی کہ آپ ماں کا دودھ پئیں لیکن سب بے کار۔ اسی اثنا میں للہ عارفہ گھومتی پھرتی موضع کیموہ میں آ نکلی۔ لوگوں نے شیخ سالار الدین کی پریشانی بیان کی، للہ عارفہ ان کے گھر گئی۔ نومولود کو پکڑا اور اپنا پستان اس کے منہ میں ڈال کر کہنے لگیں۔

"پیدا ہونے میں شرم محسوس نہ کی اب دودھ پینے میں شرم محسوس کرتا ہے۔"

نومولود ماں کا دودھ پینے لگا۔

جب شیخ نور الدین ولی سیانے ہوئے۔ اور عظمت نے آپ کے قدم چومے تو آپ نے کشمیری زبان میں ایک صوفیانہ نظم کہی۔ اس نظم کے ایک بند میں للہ عارفہ کا ذکر یوں آیا ہے۔

---

[1] دیکھئے راقم کا مقالہ بعنوان "کشمیری تصوف کا پس منظر" مطبوعہ ماہنامہ الرحیم حیدرآباد شمارہ دسمبر ۶۳ء ۱۹

تس پد مان پور چہ للّٰے
تمہ گلے امرت پیوہ
سو سان ذ اوتار للّٰے
تیو تہہ مہ وردتو دیوہ

"پانپور کی للّہ عارفہ نے عرفان حق کی شراب پی۔ وہ ایک کامل ہستی ہے۔
اس جہاں میں اس جیسی بزرگ ہستی کوئی نہیں۔
اے خدا تو مجھے وہی عظمت اور وہی فیض عطا کر
جو للّہ عارفہ کو عطا کیا ہے۔"

کشمیری ہندو شیخ نورالدین ولی کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اور آپ کو نند رشی کہہ کر پکارتے تھے۔

کیا للّہ عارفہ ہندو تھی؟ اس سوال کا جواب آسان نہیں۔ کشمیر کے ہندو اسے اپنا اوتار مانتے ہیں۔ اور مسلمان اس کو مسلمان خیال کرتے ہیں۔

جو لوگ للّہ عارفہ کو ہندو سمجھتے ہیں، ان کا کہنا ہے للّہ عارفہ ہندوؤں کے پنڈت گھرانے میں پیدا ہوئی۔ اس نے جس ماں کا دودھ پیا وہ ہندو تھی۔ جس باپ نے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرا وہ ہندو تھا۔ عالم شباب تک اس کا رہن سہن اور کھانا پینا ہندو معاشرت کے مطابق رہا۔ دنیا تج کر بھی وہ ہندو ہی رہی اور کبھی مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان نہ کیا۔ للّہ عارفہ سمادھی لگا کر عبادت کرتی تھی۔ وہ یوگیوں کی طرح دم سادھ لیتی اور آنکھیں موندھ کر پربھو پریم میں کھو جاتی۔ نروان اور مکتی کے جو نظریات للّہ عارفہ نے پیش کئے وہ اسلامی نظریہ عبادت سے زیادہ مشابہت نہیں رکھتے۔

اس کے برعکس مسلمانوں کا کہنا ہے کہ للّہ عارفہ سید حسین سمنانی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی۔ حضرت موصوف للّہ عارفہ کے مرشد تھے۔ اور انہوں نے روحانی اور صوفیانہ مسائل میں

مجذوبہ کی رہنمائی کی ۔ اپنی تائید میں وہ حسب ذیل واقعہ بیان کرتے ہیں ۔

ایک بار للہ عارفہ کسی بت خانہ میں داخل ہوئی تو تقریباً برہنہ حالت میں تھی۔ بت پرست پنڈت سدّ نے اسے دیکھا اور آنکھیں جھکالیں ۔ للّہ عارفہ کو پنڈت پر سخت غصہ آیا اور وہ طیش میں آکر بولی۔

" اے بیوقوف پجاری!
تو نے اپنا نام سدِ (یعنی عارف) رکھا ہے۔
لیکن تجھے اپنی نگاہ کے فتور پر قابو حاصل نہیں۔
دنیا میں صرف خدا کا وجود ہے ۔
اور کوئی وجود نہیں ۔
عورت اور مرد کا وجود بذات خود کچھ بھی نہیں
وہ صرف خدا کے وجود کے دو مظہر ہیں ۔"

اس کے بعد للّہ عارفہ نے بتوں کو توڑنے کی کوشش کی لیکن پنڈت سدّ نے روک دیا اور بولا کہ اس کا بت خانہ پربھو استھان (خانہ خدا) ہے للّہ نے اس کے جواب میں پجاری سے سوال کیا اگر یہ بت خانہ پربھو استھان ہے تو مجھے ایسی جگہ کا پتہ دے جو پربھو استھان نہیں ہے ۔ اس سوال کا جواب پجاری سے نہ بن پڑا۔

للّہ عارفہ جسم و روح کی آویزش میں روح کا ساتھ دیتی ہے اس کے خیال میں وجود کو فنا ہے ۔لیکن روح لافانی ہے ۔ وہ جرأت کردار کی قائل ہے اور اقبال کے الفاظ میں اپنی دنیا آپ پیدا کرنے پر زور دیتی ہے ۔ وہ کہتی ہے ۔

"کامیابی بے لوث اور بہادر انسانوں کے لئے ہے!
بزدل شیرنی کی شجاعت سے پراگندہ خاطر ہوجاتا ہے!
کوکھ سے خالی عورت کو مامتا کے دکھ کی کیا خبر؟

چوبِ خشک اور شمع کا جلنا یکساں نہیں!
مکھی کو پروانے کی سعادت میسّر نہیں ہوتی!"

کہا جاتا ہے کہ للہ عارفہ کی وفات پر ہندو اسے چتا میں جلانا چاہتے تھے۔ اور مسلمان اسے دفنانے کے آرزو مند تھے۔ لیکن جب للہ عارفہ کی میّت پر سے چادر اٹھائی گئی تو وہاں چند پھولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ مسلمانوں کا خیال ہے کہ للہ عارفہ دفنائی گئی تھی اور اس کی قبر ونج برور[1] کی جامع مسجد کے باہر اب بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

للہ عارفہ خداوند تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتی تھی اور مشہور ہے کہ وہ کلمۂ طیبہ کا ہمیشہ ورد کرتی تھی اسکے شلوک کشمیری زبان کی قدیم شاعری میں نہایت اہم حیثیت رکھتے ہیں اور اہل کشمیر کا عزیز ترین اور گراں بہا سرمایۂ ادب ہیں۔

ذیل میں للہ عارفہ کے کلام کا ترجمہ دیا جاتا ہے۔ تاکہ کشمیر کی اس زندۂ جاوید مجذوبہ عارفہ کے پیغام سے آگاہی حاصل ہو سکے۔

جستجو

میں نے عبادت گاہوں میں تیری جستجو کی
میں نے تجھے ہر جگہ تلاش کیا!
مگر تیرا پتہ نہ پایا!
جب زاہد اور متقی لوگوں سے پوچھا!
تو انہوں نے رو کر اپنی بے بسی کا اظہار کیا!
جب میں نے عالم رنگ و بو کے تمام تفکرات کو خیر باد کہا!
تو تجھے اپنے دل میں پایا

---

[1] بعض تحریروں میں ونج بہارہ آیا ہے۔ یہ جگہ سری نگر سے ۲۹ میل دور جنوب مشرق کی طرف ہے للہ عارفہ یہیں فوت ہوئی۔

عرفان

پتھر کا چبوترہ بنتا ہے!
پتھر کا بت بنایا جاتا ہے!
پتھر سے چکی کا پاٹ تیار ہوتا ہے!
خدا کا عرفان نہایت کڑا کام ہے!

تو ہر شے میں ہے

تو آسمان ہے!
تو زمین ہے!
تو ہوا ہے!
تو دن اور رات ہے!
تو چاند ہے!
تو پھول ہے!
ہر شے تجھی سے ہے!
میں تیری عبادت کے لئے کون سا تحفہ لاؤں

شراب

کوئی مجھے برا بھلا کہے
کوئی میری تعریف کرے
کوئی میری چغلی کھائے
کوئی مجھے رنگا رنگ پھول پیش کرے
میں نہ خوش ہوتی ہوں اور نہ ناراض
میں عرفانِ حق کی شراب پی کر توانا ہو گئی ہوں

طہارت

کچھ لوگ ایسے ہیں جو سوئے ہوئے ہیں
لیکن اصل میں جاگ رہے ہیں
کچھ لوگ ایسے ہیں جو جاگ رہے ہیں
لیکن اصل میں سوئے ہیں
کوئی نہانے کے باوجود ناپاک رہتا ہے
اور کوئی ناپاک ہونے کے باوجود پاک رہے

تسکین

تو نے مجھے دنیاوی خواہشات کے پیچھے ڈال دیا
اور خود چھپ گیا
میں نے تجھے تلاش کیا مگر نہ پایا
آخر عاجز آ گئی
پھر میں نے تجھ میں دھیان لگایا
اور تجھے حاصل کر لیا
یوں میرے متلاشی دل کو تسکین نصیب ہوئی

گیان

کوئی کہتا ہے دنیا چھوڑ دے
کوئی کہتا ہے جنگل میں چلی جا
لیکن دنیا کی آبادی اور جنگل کے ویرانہ میں تم ویسے ہی رہو گے
جیسے کہ تھے۔
اپنے دل کی خبر لے
اور ہمیشہ اس کی تلاش میں رہ

جسم پر راکھ اور کیچڑ ملنے سے گیان حاصل نہیں ہوتا

منزل خدا تیرے دل میں قیام فرما ہے
اسے دیکھ اور پہچان
سال بھر گنگا میں رہنے اور تیرتھوں پر نہانے
اور ٹونے ٹوٹکے کرنے سے وہ نہیں ملتا

سچ یہ ہے کہ للّٰہ عارفہ رسماً نہ ہندو تھی نہ مسلمان، اسے آپ زیادہ سے زیادہ شومت کی پیروکار ایک جوگن کہہ سکتے ہیں اس کا طریق عبادت یوگیانہ تھا۔ تاہم وہ مسلمان صوفیوں اور ولیوں کی بڑی قدر کرتی تھی۔ دراصل اسے خدا تعالےٰ کے ظاہری ناموں سے زیادہ واسطہ نہ تھا۔ وہ اللہ اور پرمیشور کے جھگڑوں میں نہیں پڑتی تھی۔ وہ خود اللہ کی ذات تک پہنچنا چاہتی تھی اور اس کی تلاش میں اس نے ظاہری امتیازات مٹا دیئے تھے۔ اس کی عارفانہ زندگی بتاتی ہے کہ وہ مسلمان صوفیہ سے بہت زیادہ متاثر تھی اور اس کی وجہ سے وہ عملاً ذہناً ہندو دھرم سے بہت دور تھی۔ ہندو مت نے اسے فکری الجھاؤ دیا تھا اور وہ اس الجھاؤ سے نکل کر ایک خدا (حقیقت) کو پانا چاہتی تھی اس نے کثرتِ وجود اور وحدتِ وجود کے بین بین راستہ تلاش کیا اور یہ شومت کا راستہ تھا جس کا معاشرتی اور روحانی نظام نہ صرف پنڈتوں اور پروہتوں کو سماجی اور روحانی بالیدگی اور عظمت کا حق دیتا ہے بلکہ شودروں کو بھی ان کے ساتھ دوش بدوش کھڑا کرتا ہے۔ جب للّٰہ عارفہ نے اسلامی تعلیمات سے اثر لیا تو اس کے ذہن میں ایک اور انقلاب آیا چنانچہ اس نے اسلامی تعلیمات کو بنیاد ٹھہرا کر شومت کے انکار میں اور وسعت اور لچک پیدا کی اور یوں کشمیری مسلمانوں میں بے حد مقبول ہوئی۔